اقبال اور عزیز احمد

حسن اختر

علامہ اقبال کی زندگی میں ہی ان کی عظمت کا اعتراف کر لیا گیا تھا چنانچہ ان کے حینِ حیات ہی نہ صرف یہ کہ یوم اقبال منایا گیا بلکہ ان کے بارے میں کتابیں بھی لکھی گئیں ۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بارے میں بہت زیادہ لکھا گیا مگر یہ کتابیں ستائشی اور جذباتی انداز لیے ہوئے تھیں البتہ ان کے انتقال کے تقریباً چار سال بعد ۱۹۴۲ء میں ایک وقیع کتاب معرض تحریر میں آئی اور وہ تھی ڈاکٹر یوسف حسین خاں کی ''روح اقبال'' ۔ آج بھی اسے اقبال کے بارے میں لکھی جانے والی کتب میں امتیازی مقام حاصل ہے مگر جیسا کہ خود مصنف نے اعتراف کیا ہے ۔

''اقبال معانی کا سمندر ہے جس کے کناروں کا پتہ نہیں ۔ اس کے کلام پر جتنا غور کیجیے ، نئی نئی باتیں سوجھتی ہیں''[۱]

علامہ کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا رہا ہے مگر ''روح اقبال'' کے بعد اقبال کو نئے زاویے سے دیکھنے کا کام عزیز احمد نے سر انجام دیا اور اسی نسبت سے کتاب کا نام ''اقبال ۔ نئی تشکیل'' رکھا ۔ یہ کتاب علامہ اقبال کی وفات کے نو سال اور ''روح اقبال'' کے پانچ سال بعد شائع ہوئی ۔ تعجب ہے کہ قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی نے اپنی کتاب ''اقبالیات کا تنقیدی جائزہ'' میں اس کتاب کا ذکر نہیں کیا جبکہ ان کے ہاں بعض غیر اہم کتابوں کا تذکرہ موجود ہے ۔ انہوں نے عزیز احمد کے دو مضامین اقبال کا رد کردہ کلام مطبوعہ ماہ نو کراچی اپریل ۱۹۵۲ء اور اقبال کا نظریۂ فن مطبوعہ رسالہ اردو جولائی ۱۹۴۹ء کا حوالہ دیا ہے[۲]

۱۔ روح اقبال ــ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی ۱۹۵۷ء ، ص ۱۷ ۔

۲۔ اقبالیات کا تنقیدی جائزہ ــ اقبال اکادمی پاکستان ، لاہور ۱۹۷۷ء ، ص ۸۵،۸۴ ۔

مگر ''اقبال — نئی تشکیل'' کا کہیں حوالہ نہیں ملتا ۔

عزیز احمد کی کتاب ''اقبال — نئی تشکیل'' ''روح اقبال'' سے کتنی مختلف ہے ۔ اس کا اندازہ دونوں کے ابواب کے عنوانات سے ہی ہو جاتا ہے ۔ دونوں کے تین تین ابواب ہیں ۔ ''روح اقبال'' کے عنوانات : اقبال اور آرٹ ، اقبال کا فلسفۂ تمدن اور اقبال کے مذہبی اور مابعدالطبیعی تصورات ہیں جبکہ اقبال ۔ نئی تشکیل میں وطن پرستی کا دور ، اسلامی شاعری کا دور اور انقلابی شاعری کے عنوانات قائم کیے گئے ہیں ۔ البتہ ۱۹۶۸ء کے ایڈیشن میں اقبال کا نظریۂ فن بھی شامل کر دیا گیا ہے ۔ اس مضمون کے لکھنے کا وعدہ عزیز احمد نے ''اقبال—نئی تشکیل'' کے متن میں کیا تھا

''اقبال کا نظریۂ فن بڑا دلچسپ موضوع ہے اور میرا ارادہ ہے کہ اس موضوع پر کبھی نہ کبھی تفصیل سے لکھوں لیکن اس کتاب کی ہئیت اور ترتیب میں اس کی گنجائش نہیں ۔ نظریۂ فن کی حد تک ڈاکٹر یوسف حسین خاں کا مضمون بہت دلچسپ ہے جو ان کی ''روح اقبال'' میں بھی شامل ہے''[۱]۔

عزیز احمد نے اپنی یہ کتاب ڈاکٹر یوسف حسین خاں کی کتاب کے جواب میں نہیں لکھی ، جیسا کہ مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے ۔ در اصل یہ ''روح اقبال'' کی توسیع ہے اور اس میں زاویۂ نظر کو بدل دیا گیا ہے چنانچہ ان دونوں کتابوں کے مطالعہ سے فکر اقبال کے بہت سے گوشے ہمارے سامنے آ جاتے ہیں ۔

''روح اقبال'' میں اقبال کی شاعری کی تین جہتوں کو زیر بحث لایا گیا ہے ۔ مگر ''اقبال—نئی تشکیل'' میں اقبال کے فن کو تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے اور پھر ان ادوار میں ان کی شاعری میں جو تبدیلیاں رونما ہوئیں ، ان کے محرکات اور اسباب کی نشاندہی کی گئی ہے ۔ اس سلسلے میں انہوں نے بعض غلط فہمیوں کا بھی ازالہ کیا ہے ۔ بعض اصحاب کا خیال تھا کہ شروع میں علامہ اقبال وطن پرستی کے قائل تھے مگر بعد میں مذہب کا اثر ہوا تو ان کا نظریہ بدل گیا ۔ اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے کہ شروع میں شاید علامہ مذہب سے لا تعلق تھے یا پھر

۱۔ اقبال ۔ نئی تشکیل ، گلوب پبلشرز لاہور ۱۹۶۸ء ، ص ۲۳۴ ۔

بعد میں حب وطن سے کنارہ کش ہو گئے حالانکہ اس خیال میں کوئی صداقت نہیں ۔ عزیز احمد نے بڑے سلیقے سے اس حقیقت کو آشکار کیا ہے ۔

''جس طرح اقبال کی ملتی اور انقلابی شاعری کے دور میں وطن سے محبت کا جذبہ ہمیشہ باقی رہا ۔ اسی طرح ابتدائی وطنی شاعری کے دور میں مذہبی عقیدت کے آثار جا بجا ملتے ہیں ۔ وطنی دور کی شاعری میں مذہب کا تعلق سیاسیات سے بالکل نہ تھا ۔ وہ ایک ذاتی وجدان ، ذاتی اعتقاد تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ وجدان ، یہ اعتقاد شروع ہی سے بہت گہرا تھا ۔ اقبال کے والدین کا اثر ، ان کے استاد کا اثر ، یہاں تک کہ ڈاکٹر آرنلڈ کا اثر جو خود بڑے نامی مستشرق تھے ۔ سب ان کو مذہبی اعتقادات کی طرف کھینچتے تھے ۔ شباب کے زمانے میں وہ حضرت ہجویری؄ کے مزار پر حاضر ہوتے تھے اور ولایت جاتے ہوئے انہوں نے حضرت نظام الدین اولیاء؄ کی درگاہ پر ایک پُر سوز نظم لکھی ۔ حضرت بلال؄ کے متعلق جو نظم انہوں نے پہلے دور میں لکھی ہے اس میں عشق رسولؐ کے اس گہرے جذبے کی جھلک ہے جو ان کی ذاتی وارداتوں میں شاید سب سے زیادہ پُر اثر ہے ۔ اس لیے جو تبدیلی ہوئی وہ یہ نہیں تھی کہ اقبال نے قومی شاعری کی جگہ اسلام کی شاعری اپنا خاص موضوع بنایا ۔ اسلام کی شاعری ان کے کلام میں پہلے بھی شامل تھی ۔ اصلی تبدیلی یہ ہے کہ انہوں نے سیاسیات کو وطن سے علیحدہ کرکے مذہبی تمدن سے منسلک کر دیا ۔ یہ تبدیلی بڑی اہم تھی اور آج بھی ہندوستانی مسلمانوں کے سیاسی تصورات کا بڑی حد تک اسی پر دارومدار ہے ۔ اس تصور پر ہم آئندہ صفحات میں بحث کریں گے ۔ فی الحال صرف یہ کہنا کافی ہے کہ اقبال کی شاعری کی جذباتی سطح پر وطن اور مذہب اپنی جگہ پر قائم رہے صرف سیاسیات نے ایک سے قطع تعلق کرکے دوسرے سے اپنے آپ کو وابستہ کر لیا'' ۔[1]

عزیز احمد نے اقبال کی شاعری کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے مگر انہوں نے ان کے افکار سے بحث کرتے ہوئے ہر عہد کی تصالیف سے حوالے دیئے ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے خیالات میں اگرچہ تبدیلی ہوتی

۱۔ اقبال — نئی تشکیل — گلوب پبلشرز لاہور ۱۹۶۸ء ص ۴۳ ، ۴۴

رہی ہے مگر پھر بھی بعض افکار جُوں کے تُوں رہے ہیں - اور پہلے دور کو واضح اور صحیح منظر میں پیش کرنے کے لیے ان کی تمام تصانیف سے استفادہ کرنا ضروری ہے -

علامہ اقبال کی زندگی کے آخری سالوں میں ترقی پسند تحریک کا آغاز ہوا - اس تحریک سے وابستہ بعض افراد نے علامہ اقبال پر رجعت پسندی کا الزام لگایا - دراصل یہ لوگ علامہ اقبال کی مذہب سے گہری وابستگی کو نا پسند کرتے تھے - ان لوگوں نے علامہ اقبال کے بارے میں اپنے نقطۂ نظر سے لکھا لیکن اقبال پر ترقی پسندانہ نقطۂ نظر سے بہترین کتاب لکھنے کا سہرا عزیز احمد کے سر ہے - اس کی وجہ یہ ہے کہ عزیز احمد ترقی پسند تحریک سے دلچسپی رکھنے کے باوجود اسے سب کچھ نہیں سمجھتے اور اس کی خامیوں پر بھی نگاہ رکھتے ہیں وہ ''اقبال اور پاکستانی ادب'' میں لکھتے ہیں -

''ماضی کو منہدم کرنے میں تقسیم سے قبل کی برصغیر کی ترقی پسند تحریک کا بڑا حصہ تھا - یہ انہدام روایت شکنی کے جوش میں جنونانہ سرگرمی کی حد تک بڑھ گیا تھا - اس نے اچھے اور بُرے ، خزف وگوہر ، رطب و یا بس میں کوئی امتیاز نہیں کیا '' ۱

انہوں نے ترقی پسند ادب کا جائزہ بھی اسی غیر جانبداری اور دیانت داری سے لیا چنانچہ ترقی پسند تحریک کا رکن[۲] ہوتے ہوئے بھی انہوں نے ترقی پسندوں کے ہاں عریاں نگاری کو ناپسند کیا ، فیض کے انقلابی رجحانات کو نامکمل پایا اور ان کو احتشام حسین کی تنقید میں گہرائی کی کمی نظر آئی - انہوں نے روس میں ادیبوں پر لگائی گئی پابندیوں پر افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ ''پرولتاری آمریت کو چاہیے کہ آرٹ اور ادب کو اس سے زیادہ آزادی دے'' ۔[۳] غالباً یہی وجہ ہے کہ سردار جعفری نے جو ترقی پسند تحریک کے مبلغ ہیں عزیز احمد کے بارے میں لکھا۔

۱- اقبال اور پاکستانی ادب مرتبہ طاہر تونسوی—مکتبۂ عالیہ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۱۶ -

۲- روشنائی از سجاد ظہیر ص ۳۶۲ -

۳- ترقی پسند ادب از عزیز احمد—دہلی ، ص ۴۲ -

"چند سال پہلے ترقی پسند ادب کے نام سے عزیز احمد نے ایک کتاب لکھی تھی جس میں انہوں نے اپنے مخصوص نقطۂ نگاہ سے حقیقت نگاری اور ترقی پسندی کی تشریح کی تھی اور چند مشہور ترقی پسندوں کا فرداً فرداً ذکر کرکے ان کی تخلیقات کا جائزہ لیا تھا۔ مجھے ان کے نقطۂ نگاہ کے بعض زاویے ٹیڑھے معلوم ہوتے ہیں"[1]

عزیز احمد کے جو زاویے ترقی پسند تحریک کے مبلغ کو ٹیڑھے معلوم ہوتے ہیں وہی در اصل سیدھے ہیں اور انہیں سے حقیقت کو اس کے اصلی روپ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ عزیز احمد نے اقبال کا جائزہ لیتے ہوئے اسی حقیقت پسندی سے کام لیا ہے۔

عزیز احمد نے وجدانی اور روحانی اقدار کی حمایت کی ہے اور ترقی پسندوں سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کو جائز قرار دیں۔[2] اسی بنیاد پر انہوں نے علامہ اقبال پر ترقی پسندوں کے الزامات کا جواب دیتے ہوئے لکھا۔

"اسلامی اشتراکیت کا تصور علاقہ جاتی سہی لیکن رجعت پسند تو نہیں اور اگر اقبال روحانی قدروں کا بھی قائل اور ان کا بھی پیغمبر ہے تو اس طرح کہ اس سے اس دنیا کے معاشی اور سماجی انصاف اور عالمگیر مساوات اور اخوت کے تصور کو مدد پہنچتی ہے۔ ایسے شاعر کو اگر ترقی پسند ادیب بیگانہ سمجھیں تو یہ ان کی کتنی بڑی غلطی ہے۔[3]

ترقی پسندوں کی طرف سے علامہ اقبال پر شدید حملہ اختر حسین رائے پوری نے اپنے مضمون ادب اور زندگی میں کیا۔ ان پر فاشسٹی ہونے کا الزام لگایا۔ اور کہا اقبال کا فلسفۂ زندگی سائنسی اور مشینی صنعت کا مخالف ہے۔ عزیز احمد نے اپنی کتاب "ترقی پسند ادب" میں اختر حسین رائے پوری کے اعتراضات کا مدلل جواب دیا اور علامہ اقبال کو ایک ترقی پسند شاعر ثابت کیا۔ انہوں نے اختر حسین رائے پوری کی مخالفت کی بنا تین وجوہات کو قرار دیا۔ وہ لکھتے ہیں۔

۱۔ ترقی پسند ادب از سردار جعفری۔ مکتبہ پاکستان لاہور ص ۱۷۔

۲۔ ترقی پسند ادب از عزیز احمد، شائع کردہ چمن بک ڈپو۔ دہلی ص ۳۲۔

۳۔ ایضاً۔ ص ۶۸۔

''ان کی اس اقبال دشمنی کی تین ہی وجوہات سمجھ میں آتی ہیں ۔ (۱) یا تو انہوں نے غور سے اقبال کا مطالعہ نہیں کیا ۔ (۲) یا وہ اقبال کے کلام کے پورے اسلامی اور انقلابی امتزاج کو اچھی طرح سمجھ نہیں سکے ۔ (۳) یا وہ محض ہٹ دھرمی سے اپنی رائے پر قائم ہیں ۔[۱]

علامہ اقبال کے کلام پر اعتراض کرنے والوں نے اکثر اوقات ان ہی تین وجوہات کی بنا پر ایسا کیا ہے ۔ عزیز احمد نے ایک ایک اعتراض کا تفصیل سے جواب دیا بلکہ بعض مقامات پر اقبال کے اشعار کی تاویل کرکے انہیں روس کی حکومت کا طرف دار ثابت کرنے کی کوشش بھی کی اور کہیں اشتراکیت کے نظریات کی تاویل کرکے انہیں اقبال کے حق میں کر دیا ۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں ۔

''یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اشتراکیت کی اصلی لڑائی مذہب سے نہیں بلکہ اس توہم پرستی سے ہے جس کو مذہب کے جھوٹے پیشوا عوام کے لیے افیون بنا کے پیش کرتے ہیں ۔[۲]

ظاہر ہے کہ کیمونسٹ مذہب کو نہیں مانتے اور ان کے لیڈروں کے بیانات اس کے شاہد ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال نے سوشلزم پر تنقید بھی کی ہے اور کہا ہے کہ یہ روحانی اور وجدانی اقدار سے صرف نظر کرکے صرف شکم کی اساس پر قائم ہے چنانچہ بعض مقامات ایسے بھی ہیں جن کی تاویل ممکن نہیں ایسے ہی ایک آدھ مقام پر عزیز احمد اقبال کو رجعت پسند قرار دیتے ہیں ۔ وہ اقبال ۔ نئی تشکیل میں رقم طراز ہیں ۔

''اقبال کے کلام میں اشتراکیت پر سب سے سخت اعتراض جمال الدین افغانی کی زبانی ہے ۔ یہ اعتراض ممکن ہے کہ اقبال کا اپنا نہ ہو اور جمال الدین افغانی سے بہ حیثیت کردار کرایا گیا ہو (جاوید نامہ میں نغمۂ ابوجہل بھی ہے) لیکن اس اعتراض میں بعض مصرعے ایسے سخت ہیں کہ ان کی نہ تو توجیہہ کی جا سکتی ہے اور نہ ان کو اقبال کے اشتراکی تصورات سے مربوط کیا جا سکتا ہے مثلاً یہ شعر :

۱۔ ترقی پسند ادب از عزیز احمد ص ۴۷ ۔
۲۔ ایضاً ۔ ص ۵۳ ۔

رنگ و بو از تن نہ گیرد جان پاک
جز بتن کارے ندارد اشتراک
دین آن پیغمبر دارد اساس ؟

جمال الدین افغانی کی زبانی اقبال نے ملوکیت اور اشتراکیت پر ایک ساتھ حملہ کیا ہے - یہ ایسی غلطی ہے جو جمال الدین افغانی سے سر زد ہو سکتی تھی مگر الفاظ تو بہر حال اقبال کے ہیں اور اقبال کو اس مقام پر رجعت کے الزام سے بری کرنا مشکل ہے ''[1]

عزیز احمد نے مثال کے طور پر جو دو شعر دیئے ہیں - ان میں سے دوسرے شعر کا صرف ایک مصرع ہی طبع ہوا ہے اور وہ بھی درست نہیں ہے - شعر اس طرح ہے -

دین آں پیغمبر حق ناشناس بر مساوات شکم دارد اساس

یہاں عزیز احمد یہ بھول گئے ہیں کہ اقبال اشتمالیت کے نہیں بلکہ اسلام کے پرچارک ہیں - اشتراکیت کو وہ صرف اسی حد تک قبول کرتے ہیں جتنی وہ اسلامی اصولوں کے ساتھ چلتی ہے - ایک خط میں انہوں نے یہ ضرور لکھا ہے - سوشلزم میں خدا شامل کر دیں تو اسلام کے برابر ہے اور عزیز احمد نے اس کا ذکر بھی کیا ہے - ''بالشویک ازم کے ساتھ خدا کا قائل ہونا اور اسلام قریب قریب ایک ہی چیز ہیں - اور اسی وجہ سے عزیز احمد نے لکھا -

''جاوید نامہ کے زمانے سے اقبال کو اشتمالی روس سے بہت دلچسپی پیدا ہو گئی اور وہ بار بار نہ صرف روسی اشتمالیت کا اسلامی اشتراکیت سے موازنہ کرتے ہیں بلکہ اسلام اور اشتمالیت میں بجز دہریت کے اور کوئی خاص فرق محسوس نہیں کرتے -[2]

مگر اشتراکیت کے ساتھ خدا شامل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اشتراکیت کو قرآن میں دیئے گئے اصولوں کے مطابق چلنا ہے - اس طرح تو یہ اسلام ہی بن جاتی ہے - خود عزیز احمد نے لکھا ہے کہ اشتمالیت اور

۱- اقبال - نئی تشکیل - ص ۳۸۴ -
۲- ایضاً - ص ۳۷۶ -

اسلامی اشتراکیت میں اصلی فرق 'لا' اور 'الا' کا ہے ۔ ''[۱] لا جبر و استبداد کا خاتمہ، طاقت اور قوت سے کرتا ہے ۔ در اصل لا تخریب اور الا تعمیر کی علامت ہے ۔ اسی لیے انہوں نے ابلیس کو لا کا نمائندہ قرار دیا ہے ۔ اس طرح دیکھا جائے تو وہ سوشلزم کی اہمیت کے معترف ہونے کے باوجود اسے کلی طور پر قبول نہیں کرتے ۔ وہ سوشلزم کے تصور سے اسلامی مساوات کی تشریح کا کام لیتے ہیں ۔ چونکہ سوشلزم سرمایہ داری پر کاری ضرب لگاتا ہے ، اس لیے وہ اس کی تعریف کرتے ہیں ۔ اس چیز کو عزیز احمد نے مختلف طریق پر بیان کیا ہے ۔ ان کے نزدیک اقبال مذہب کو سوشلزم کی حمایت میں استعمال کرتے ہیں ۔ وہ فراق گورکھپوری کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

''انہوں نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اقبال کی شاعری ایک طرح کی گروہ بندی اور رجعت پسندی ہے ۔ فراق صاحب اگر اقبال کی اسلامی شاعری کے معاشی محرکات اور عمرانی حرکیات کو ان کی شاعری کے مابعدالطبیعی اسلامی عنصر سے الگ کرکے دیکھیں تو شاید انہیں یہ شکایت باقی نہ رہے کیونکہ اقبال نے در اصل مذہب کو جدید ترین اشتمالی معاشی تصورات کی حمایت کے لیے استعمال کیا ہے ۔ اسلامی مذہبی وجدانیت پر زور دینے سے ہندو یا بدھ یا عیسائی مذہبی وجدانیت کا بطلان ثابت نہیں ہوتا ۔ اب رہ گیا یہ امر کہ وجدانیت کا اقبال کی شاعری میں ایسا بنیادی مقام کیوں ہے ؟ یہ بڑی حد تک ایک نفسی مسئلہ ہے ۔ بڑی بات یہ ہے کہ وجدانیت سے ان کی شاعری کے اشتراکی معاشی تصورات کو تقویت پہنچتی ہے ۔ فراق صاحب کو اس کا پورا پورا اختیار ہے کہ اگر وہ چاہیں تو اقبال کی وجدانیت کو رد کر دیں ۔ اس کے بعد بھی اقبال میں حرکیت ، عمرانی مساوات ایسے معاشی انصاف کے تصورات جن کی بنیاد طبقاتی کش مکش کے صحیح تجزیے پر ہے اور اس طرح کے ایسے بہت سے ترقی پسند اور زندگی پرور عناصر ملیں گے جو اس صدی کے شاید ہی کسی اور بڑے شاعر کے یہاں پائے جائیں ۔[۲]

۱۔ اقبال — نئی تشکیل ص ۳۸۰ ۔

۲۔ ایضاً ۔ ص ۱۳۱ ، ۱۳۲ ۔

ہمارے خیال میں عزیز احمد صاحب نے فراق صاحب کو مطمئن کرنے کے لیے حقیقت کو الٹ دیا ہے۔ اقبال مذہب کو سوشلزم کی حمایت میں نہیں بلکہ سوشلزم کو مذہب کی حمایت میں استعمال کرتے ہیں البتہ انھوں نے علامہ اقبال پر خود ایک بڑا زور دار اعتراض کیا ہے۔ وہ ان کے ہاں سلاطین کے ذکر پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"باوجود فقر کے فلسفے کو کمال تک پہنچانے کے اقبال کسی نہ کسی طرح کی شاہ پرستی سے آخر تک اپنے دماغ کو چھٹکارا نہ دلا سکے چنانچہ امان اللہ خاں، نادر خان شاہ افغانستان ظاہر شاہ یہاں تک کہ فرمانروائے بھوپال کو مخاطب کرکے انھوں نے نظمیں لکھی ہیں۔ اقبال کی حمایت میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا ان کی نظموں سے مدح کا پہلو بالکل خارج ہوتا گیا اور موعظت اور عمل کا پہلو بڑھتا گیا خیر کی تلقین سعدی کی زبانی اچھی معلوم ہوتی ہے اور سعدی کے زمانے کے لحاظ سے موزوں بھی تھی بادشاہوں کا ذکر اور ان کا گوارا کر لیا جانا ہی اقبال کی انقلابی فکر میں خارج ہوتا ہے اور اس سے ایک ایسا تضاد پیدا ہوتا ہے جس کی تاویل نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جاوید نامے میں "کاخ سلاطین مشرق" آنسوئے افلاک واقع ہے اور غضب تو یہ ہے کہ ٹیپو سلطان اور ابدالی کے ساتھ اقبال نے نادر شاہ ایرانی کو بھی اس کاخ میں جگہ دی ہے۔ قوت کے نمود محض کو اگر واحد اخلاق خوبی قرار دیا جائے تب تو شاید نادر کا اس کاخ میں مقام نکل آئے ورنہ اشتراکی تو کیا اسلامی قدریں بھی کسی ایسے بادشاہ کو آنسوئے افلاک میں جگہ نہیں دے سکتیں جس نے دہلی میں قتل عام کرایا ہو اور پھر ایسے بادشاہ کے متعلق کہا "نادر آں دانائے رمز اتحاد"۔ یا تو مجھے اقبال کا نقطۂ نظر سمجھنے میں یہاں غلطی ہوتی ہے یا اس سے اتفاق کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر جدید ایران کا رمز شاہی ہی میں ڈھونڈنا تھا تو اقبال کو کوئی اور شخص مل جاتا"[1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑی نیک نیتی سے اقبال کے کلام کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ہر جگہ اقبال کو بری الزمہ قرار دینے پر تلے نہیں

۱۔ اقبال—نئی تشکیل ص ۶۳۔

رہتے بلکہ جہاں یہ سمجھتے ہیں کہ اقبال پر غلط اعتراضات کئے گئے ہیں وہاں ان کا جواب دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں ۔ اس سلسلے میں ان سے بھی غلطی ہو سکتی ہے اور ہم نے بعض مقامات کی نشاندہی بھی کی ہے مگر عزیز احمد کی خوبی یہ ہے کہ ان کی نیت میں فتور نہیں ہوتا اور وہ وہی بات کہتے ہیں جسے حق سمجھتے ہیں ۔ چنانچہ ہر جگہ اقبال کی اشتراکیت سے محبت کا ہی ذکر نہیں کرتے بلکہ ان اختلافات کو بھی بیان کرتے ہیں جو دونوں میں پائے جاتے ہیں ۔ چنانچہ لینن اور اقبال کا موازنہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں ۔

''ذرائع علم کی حد تک بھی اقبال اور اشتراکیت (خصوصاً لینن) میں بہت سخت اختلاف ہے ۔ اقبال عقل اور وجدان دونوں کو بہ حیثیت ذرائع علم تسلیم کرتے ہیں اور انسانی علم کے ایک خاص نقطہ کے بعد جہاں پہنچ کر عقل کھسیانی ہو جاتی ہے وجدان یا عشق کو موثر ترین ذریعہ قرار دیتے ہیں ۔ اس کے برعکس لینن یا اشتراکیت کو نہ صرف تعقل پر اصرار ہے بلکہ ایسے منطقی تعقل پر جو جمالیات پر مبنی ہو''[۱]

عزیز احمد ترقی پسند ادب اور اقبال ۔ نئی تشکیل سے بہت پہلے علامہ اقبال کے کلام کو پڑھ کر اس سے متاثر ہو چکے تھے اور انہیں خراج تحسین بھی پیش کر چکے تھے ۔ انہوں نے ۱۹۴۳ء میں آل احمد سرور کے ساتھ مل کر شعرائے عصر کے کلام کا انتخاب ''انتخاب جدید'' کے نام سے شائع کیا تو اس میں سب سے نمایاں نام اقبال کا تھا ۔ یہ انتخاب علامہ اقبال کے اشعار سے شروع ہوتا ہے اور سولہ صفحات پر پھیلا ہوا ہے ۔ اس انتخاب میں اتنی جگہ کسی اور شاعر کو نہیں دی گئی ۔ تمہید میں عزیز احمد نے علامہ اقبال کی شاعری کی جا بجا تعریف کی ہے ۔ مثال کے طور پر یہ اقتباس ملاحظہ ہوں ۔

''مشرق کی ثقہ سنجیدہ شاعری اور مغربی خیالات کے سنگم پر ایسی نظمیں نمودار ہوئیں جس پر اس صدی کی اردو شاعری بجا طور پر فخر

۱- اقبال ــ نئی تشکیل ص ۴۸۰ ۔

گر سکتی ہے جیسے اقبال کی اکثر نظمیں"[1] ۔

"فن لطیف کے ایک شاہ کار (مسجد قرطبہ) پر سب سے کامیاب نظم اس صدی میں نہ صرف اردو شاعری بلکہ جتنی زبانوں کی جدید نظمیں مجھے پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے ان سب میں اقبال نے لکھی ہے "[2]

"ہندوستانی اثرات سیاسی اثرات سے وابستہ ہیں جذبات کی حد تک یہ تین قسم کے ہیں ۔ آزادی کے جذبات ۔ ان کی شاعری کبھی صاف صاف اور کبھی کھلم کھلا سامراج کے خلاف ہے ، اقبال کی شاعری میں وہ فلسفیانہ رنگ اختیار کرتی ہے اور عمل کی دعوت دیتی ہے جوش کی شاعری محض جوش دکھاتی ہے ۔ ۔ ۔ سیاسی شاعری کی دوسری قسم ہندو مسلم یک جہتی کی شاعری ہے جس کا نمایاں ترین رہ نما مینار نیا شوالہ ہے ۔ ۔ ۔ تیسری قسم اسلامی یا ملی شاعری ہے جس کے قائد اعظم اقبال تھے"[3] ۔

مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کی غزلوں کے قائل نہ تھے چنانچہ وہ انہیں "شاعری کے نقطۂ نظر سے کم رتبہ" قرار دیتے ہیں ۔[4] در اصل اقبال اردو غزل میں ایک نئی آواز تھے اور لوگوں کے کان پرانی غزل سے آشنا تھے چنانچہ اقبال کامل میں عبدالسلام ندوی نے انہیں بہ مشکل غزل گو تسلیم کیا ہے ۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عزیز احمد کو ان کے فنی رموز سے آگاہی کی نسبت ان کے فکری رجحانات کی تلاش تھی چنانچہ "مسجد قرطبہ" کو بہترین نظم قرار دیتے ہوئے بھی وہ اس کے موضوع پر ہی نظر رکھتے ہیں ۔ وہ علامہ اقبال کو ہندوستانی فکریات میں اہم مقام دیتے ہیں چنانچہ وہ ہندوستان میں اسلامک کلچر پر بحث کرتے

۱۔ شعرائے عصر کے کلام کا انتخاب جدید مرتبہ پروفیسر عزیز احمد ، پروفیسر آل احمد سرور انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی اشاعت پنجم ۱۹۷۳ء ص ۲۷ ۔

۲۔ ایضاً ۔ ص ۲۹ ۔

۳۔ ایضاً ۔ ص ۳۱ ، ۳۲ ۔

۴۔ شعرائے عصر کے کلام کا انتخاب جدید ص ۲۵ ۔

ہوئے لکھتے ہیں۔ ''مسلم ہندوستان کی فکری رہنمائی بیسویں صدی کے تیسرے عشرے میں محمد اقبال کے ہاتھ میں آ گئی'' ۔[۱] در اصل عزیز احمد کا شاعر اقبال کی نسبت مفکر اقبال سے زیادہ تعلق رہا ہے۔ آخر میں عزیز احمد خود ادب کی نسبت سیاسی اور تہذیبی تحریریں لکھتے رہے۔ اور ان سب میں اقبال کسی نہ کسی صورت میں جلوہ گر رہے ہیں۔

عزیز احمد نے علامہ اقبال پر اپنی ''کتاب اقبال۔ نئی تشکیل'' کے بعد بھی مضامین لکھنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کے اردو مضامین کو طاہر تونسوی نے اقبال اور پاکستانی ادب کے نام سے شائع کر دیا ہے۔ اس کتاب میں مندرجہ ذیل مضامین شامل ہیں۔

۱۔ اقبال اور پاکستانی ادب۔

۲۔ اقبال کی شاعری میں حسن و عشق کا عنصر۔

۳۔ اقبال کا رد کردہ کلام۔

۴۔ کلاسیکی نظریات پر اقبال کی تنقید۔

۵۔ اقبال کی آفاقیت کا مسئلہ۔

۶۔ اقبال کا نظریۂ فن۔

۷۔ کلام اقبال میں خون جگر کی اصطلاح۔

اس کتاب کے مرتب سے ایک تعجب انگیز بات یہ ہوئی کہ اس نے ایک مضمون ''اقبال کی آفاقیت کا مسئلہ'' بھی اس کتاب میں شامل کر دیا حالانکہ یہ مضمون عزیز احمد کی تخلیق نہ تھا۔ یہ مضمون کتاب کے صفحہ ۵۶ سے ۶۲ تک پھیلا ہوا ہے۔ در اصل یہ مضمون ماہ نو کے شمارہ اپریل ۶۳ء میں غلط فہمی کی بنا پر عزیز احمد کے نام منسوب ہو گیا تھا مگر ستمبر ۶۳ء کی اشاعت میں اس غلطی کا ازالہ کرتے ہوئے اصل مصنف جناب محمد شمس الدین صدیقی کے نام کی صراحت کر دی گئی تھی۔ اقبال کا نظریۂ فن لاہور سے شائع ہونے والے ''اقبال۔ نئی تشکیل'' کے ایڈیشن میں شامل کر دیا گیا تھا۔ اس طرح دیکھا جائے تو باقی صرف پانچ مضامین

۱۔ سٹڈیز ان اسلامک کلچر ان دی انڈین انوائرنمنٹ۔ ص ۶۸۔

بچتے ہیں جو اس کتاب کے صرف ۴۰ صفحات پر محیط ہیں ۔ غالباً کتاب کی ضخامت بڑھانے کے لیے اقبال کا نظریہ٭ فن شامل کیا گیا ۔

عزیز احمد کا ایک اور مضمون ''اقبال اور فن برائے زندگی'' کے نام سے سویرا لاہور نمبر ۵ ، ۶ میں شائع ہوا تھا اسے اقبال کے نظریہ٭ فن کی بجائے شامل کتاب کیا جا سکتا تھا عزیز احمد کے دو اور مضامین کی نشان دہی ابوسعادت جلیلی صاحب نے راقم کے نام خط مورخہ ۸۴-۳-۸ میں کی ہے ۔ ان کے نام یہ ہیں (۱) اقبال اپنی رباعیات کی روشنی میں ۔ (۲) اقبال کی شاعری کا پہلا دور ۔ پیش لفظ میں یہ حیران کن بات بھی لکھی گئی ہے کہ ''مضامین کے مصنف عزیز احمد صاحب کا بھی خصوصی شکریہ مجھ پر واجب ہے کہ انہوں نے ان مضامین کی بطور کتاب اشاعت کی اجازت مرحمت فرمائی'' ۔

تعجب ہے کہ عزیز احمد نے ایک ایسے مضمون کی اشاعت کی اجازت کس طرح دے دی جو ان کی تصنیف نہیں ہے ۔ ان حقائق کے پیش نظر مرتب کے یہ جملے شک و شبہ سے بالا نہیں ہیں ۔ ببلیو گرافی آف اقبال از کے ۔ اے ۔ وحید میں ایک اردو مضمون ''اقبال کے نظریہ٭ مرد کامل کے ماخذ'' بھی دیا گیا ہے ۔ یہ دراصل انگریزی میں ہے اور اس کا نام ذیل میں دیئے گئے مضامین میں نمبر ۵ پر ہے ۔ مرتب نے غلطی سے اسے اردو مضامین کی فہرست میں شامل کر دیا ہے ۔

عزیز احمد نے اردو کے علاوہ انگریزی میں بھی علامہ کے بارے میں مضامین لکھے ہیں ۔ ان میں سے صرف مندرجہ ذیل مضامین کا علم ہو سکا ہے ۔ ہو سکتا ہے کچھ اور مضامین بھی ہوں مگر ہمیں اُن کا علم نہیں ہو سکا ۔

1. Iqbal and Renaissance.
2. Iqbal-Philosopher and Politician.
3. Iqbal's Islamic Thought.
4. Iqbal's Political Theory.
5. Sources of Iqbal's Idea of the Perfect Man.

ایک اور مضمون کا علم ہوا ہے جو اگرچہ انگریزی میں نہیں ہے مگر قابل توجہ ہے ۔

6. Iqbal Et La Du Pakistan.

عزیز نے اپنے مضامین اور ''اقبال نئی تشکیل'' کے علاوہ علامہ اقبال کا ذکر اپنی چار دوسری کتب میں بھی کیا ہے ۔ ان میں سے ایک یعنی ترقی پسند ادب اردو میں ہے ۔ اس کا ذکر ہم کر چکے ہیں ۔ تین انگریزی زبان میں ہیں جن کے نام یہ ہیں ۔

1. Islamic Modernism in India and Pakistan 1857—1964 Oxford University Press London, 1967.

2. An Intellectual History of Islam in India.
Edinbergh University Press Edinbergh, 1969.

3. Studies in Islamic Culture in the Indian Environment — Calcrendon Press Oxford, 1964.

ان کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عزیز احمد نے علامہ اقبال کے افکار کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا مگر ان کے حالات زندگی کے بارے میں زیادہ جاننے کی کوشش نہیں کی تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے علاوہ اقبال کا سن پیدائش ۱۸۷۵ء لکھا ہے[1] جو کسی طرح بھی درست نہیں ہے ۔ ان کا سال پیدائش سرکاری طور پر ۱۸۷۷ء تسلیم کیا گیا ہے ۔ بعض محققین نے ۱۸۷۳ء ثابت کیا ہے ۔ بعض کتابوں میں ۱۸۷۵ء بھی ملتا ہے ۔ مگر یہ درست نہیں ہے ۔ اسی طرح وہ ایک جگہ لکھتے ہیں[2]

In 1920 his poetry became more reflective. He then began to be concerned with the nature and development of the individual self (Khudi) in its own right and in relation to society. His philosophy of self and selflessness in relation to society is expounded in two long narrative poems in persian, Asrar-i-Khudi and Rumuz-i-Be Khudi".

اس بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ اقبال کی فکری شاعری کا آغاز بیسویں صدی کے تیسرے عشرے میں ہوا اور اسرار خودی اور رموز بے خودی ۱۹۲۰ء کے بعد کی تخلیق ہیں ۔ جبکہ اسرار خودی

---

1. Islamic Modernism in India and Pakistan, P. 141.
2. Ibid., P. 141.

۱۹۱۵ء اور رموز بے خودی ۱۹۱۸ء میں شائع ہو چکی تھیں[۱]۔ اگر عزیز احمد علامہ اقبال کے حالات اور تصانیف کے بارے میں مستند معلومات حاصل کر لیتے تو ان کے ہاں اس طرح کی غلطیاں نہ پائی جاتیں۔

اسلامک ماڈرن ازم ان انڈیا اینڈ پاکستان میں عزیز احمد نے علامہ اقبال کے لیے دو باب وقف کیے ہیں۔ در اصل وہ علامہ اقبال کو اسلام کے جدید مفکروں میں بے حد اہمیت دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک ''بیسویں صدی کے جدید رجحانات میں سب سے اہم شخصیت شاعر اور فلسفی محمد اقبال (۱۸۷۵ء تا ۱۹۸۳ء) کی ہے جیسا کہ انیسویں صدی میں یہ اہم شخصیت سر سید احمد خان کی تھی" (ترجمہ)[۲]۔ ان دو ابواب میں انہوں نے علامہ کے افکار کا خلاصہ پیش کیا ہے مگر زیادہ اہمیت ان کے خطبات کو دی ہے کیونکہ ان کے نزدیک اقبال کے افکار اس کتاب میں زیادہ منظم طریقہ سے بیان ہوئے ہیں[۳]۔ وہ علامہ اقبال کو تصور پاکستان کے خالق کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کا موازنہ ابوالکلام آزاد سے کرتے ہیں جو اقبال کی طرح اسلامی فکر کی ترجمانی کر رہے تھے مگر جدید زمانے کے تقاضوں سے بے خبر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عزیز احمد نے اس سلسلے میں آزاد کی نسبت اقبال کی طرف داری کی ہے۔ ان کے خیال میں آزاد کا انڈین نیشنل کانگریس سے سمجھوتہ ایک غلطی تھی کیونکہ ان کا یہ اقدام اجماع کے نظریہ کے خلاف تھا[۴]۔ وہ ان کی فکری ناراستی کا ذکر مندرجہ ذیل اقتباس میں یوں کرتے ہیں[۵]۔

۱- کتابیات اقبال مرتبہ رفیع الدین ہاشمی ناشر اقبال اکادمی لاہور ۱۹۷۷ء، ص ۷، ۶

اقبالیات کا تنقیدی جائزہ۔ قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی۔ اقبال اکادمی لاہور، ۱۹۷۷ء۔ ص ۱۷ میں اسرار خودی کا سال اشاعت ۱۹۱۴ء دیا ہے۔

۲- اسلامک ماڈرن ازم ان انڈیا اینڈ پاکستان۔ دیباچہ ص ۱۰۔

۳- ایضاً۔ ص ۱۴۷۔

۴- سٹڈیز ان اسلامک کلچر ان انڈین انوارنمنٹ۔ ص ۶۸۔

۵- اسلامک ماڈرن‌ازم۔ صفحات ۱۸۴، ۱۸۵۔

"مگر وہ مذہبی فکر کو قدامت کی طرف لے گئے اور اس طرح علی گڑھ کے جدید رجحانات اور اس سلسلے میں اقبال کے بہت سے کام کو برباد کر دیا ۔ ان کی طرح وہ اسلامی قانون کو جدید بنانے میں کوئی دلچسپی نہ رکھتے تھے ۔ انہیں احادیث کی صحت اور استناد کے بارے میں کوئی سروکار نہ تھا ۔ اجتہاد کے سوال پر وہ تضادات کا شکار تھے ان کا رجحان جدیدیت کی بجائے قدامت پسندی کی طرف تھا لیکن باوجود اس کے کہ اقبال ایک تخلیقی اور مثالی جدید ریاست کے قیام کی تلاش میں تھے ، انہوں نے انسان کو اپنے نظام میں مرکزی جگہ دی ہے ۔ وہ تخلیق کے عمل کا خالق ہے اور کائنات میں خدا کا خلیفہ یا نائب ہے ۔ اگرچہ آزاد کے خیالات محدود نہ تھے اور وہ انسان دوستی کے بھی قائل تھے مگر انہوں نے خدا کی ربوبیت ، اس کی رحمت ، اس کے عدل ، اس کی رہنمائی اور اس کے جلال پر بہت زیادہ زور دیا ہے اور انسان کی کوششوں کے لیے بہت کم چیزیں چھوڑی ہیں سوائے اس کے کہ وہ اللہ پر یقین رکھے اور معصوم ، متوازن اور بردبار اخلاق زندگی گزار دے"۔

مندرجہ بالا اقتباس کے مطالعے سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان کا جھکاؤ آزاد کی نسبت اقبال کی طرف ہے مگر وہ اقبال سے بھی پوری طرح متفق نہیں ہیں ۔ وہ ان کے پیش کردہ تصور مملکت کو خیالی اور مثالی بتاتے ہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ اقبال روحانی اور مادی اقدار کے درمیان روائتی توازن پیدا کرکے فطرت کی تسخیر کرنا چاہتے ہیں مگر عزیز احمد کے خیال میں یہ نازک تخلیقی صورت حال کبھی بھی کامیابی کا جامہ نہیں پہن سکی[1] ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عزیز احمد اسلام کو بہت بڑی یورپین سوسائٹی کا ایک حصہ تصور کرتے ہیں چنانچہ وہ اپنی کتاب کو گب کے ایک اقتباس پر ختم کرتے ہیں جس میں اس نے اسی طرح کے خیالات کا اظہار کیا ہے[2]۔ در اصل عزیز احمد اشتراکی نظریات سے متاثر رہے ہیں اور وہ ان کے لا شعور میں موجود رہتے ہیں ۔ مذہب کی یورپی تہذیب میں گنجائش ہے مگر اشتراکی تمدن لامذہب ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آخر میں

۱۔ اسلامک ماڈرن ازم ان انڈیا اینڈ پاکستان ۔ ص ۲۷۲ ۔
۲۔ ایضاً ۔ ص ۲۷۳ ۔

اقبال کو زیادہ تر مغرب سے متاثر خیال کرنے لگے[1] اور اسلامی تمدن کو مغربی تمدن کا حصہ قرار دینے پر تلے نظر آتے ہیں ۔

عزیز احمد نے بڑی خوبی سے اقبال کا مقابلہ جمال الدین افغانی اور سر سید احمد خاں سے کیا ہے ۔ اور اکثر اوقات صحیح نتائج اخذ کئے ہیں کیونکہ عالم اسلام کی پوری فکری تاریخ ان کی نظر میں تھی ۔ انہوں نے ان عوامل کا سراغ بھی لگایا ہے جنہوں نے علامہ اقبال کو نظریۂ پاکستان پیش کرنے پر مجبور کر دیا تھا ۔ علامہ اقبال نے جدید مسلم معاشرے کے لیے جو کارنامہ سرانجام دیا اس کا ذکر بھی کیا ہے ۔ وہ ریاست کے جدید تصور کی بنیادیں قرآن اور مسلم فقہ سے حاصل کرتے ہیں ۔ اس سلسلے میں اگرچہ دو قومی نظریہ پیش کرتے ہوئے وہ سرسید کے ہمنوا ہیں مگر اجماع کے معاملے میں ان سے مختلف رویہ اختیار کرتے ہیں ۔ عزیز احمد نے یہ بالکل درست کہا ہے کہ وہ اجماع کا حق پارلیمنٹ کو دیتے ہیں مگر اس میں علماء کو بھی شامل کرنا چاہتے ہیں لیکن عزیز احمد کا یہ خیال درست نہیں کہ وہ حدیث کے استناد کا سوال نہیں اٹھاتے اور اجتہاد کے اصول کو اسلامی قانون کے ارتقا کا ذریعہ سمجھتے ہیں“[2] ۔ اجتہاد کی اہمیت کے علامہ قائل ہیں مگر اجتہاد تک آنے کے لیے احادیث کی منزل سے گزرنا پڑتا ہے لہذا علامہ اقبال نے احادیث کے بارے میں بھی اظہار خیال کیا ہے اور ان کے استناد کے بارے میں بھی بحث کی ہے ۔ انہوں نے اپنے چھٹے خطبے میں اسلامی قانون کے چار ذرائع بتائے ہیں ۔ (۱) قرآن ۔ (۲) حدیث ۔ (۳) اجماع ۔ (۴) قیاس۔

احادیث کے بارے میں وہ امام ابو حنیفہؒ اور شاہ ولی اللہؒ کی رائے پر عمل کرنے کا مشورہ دیتے ہیں ۔ یہ درست ہے کہ انہوں نے زیادہ زور اجماع اور اجتہاد پر دیا ہے مگر اس سلسلے میں احادیث کے رول پر بھی بحث کی ہے[3] ۔

۱۔ اسلامک ماڈرن ازم ان انڈیا اینڈ پاکستان صفحات ۴۸ ، ۱۴۷ ۔

۲۔ این انٹلیکچول ہسٹری آف اسلام ان انڈیا ۔ ص ۱۴ ۔

3. The Reconstruction of Religious Thought in Islam, Sh. Muhammad Ashraf Lahore, 1982 PP. 171-173.

در اصل عزیز احمد خود اجماع سے بڑی دلچسپی رکھتے ہیں وہ اجماع سے جدید پارلیمانی تصور کو اخذ کرتے ہیں ۔ چنانچہ وہ علامہ کے نظریۂ اجماع کو بہت پسند کرتے ہیں ۔ وہ اپنے مضمون ''اسلام اینڈ ڈیموکریسی ان اسلام'' میں بھی علامہ اقبال کے نظریۂ اجماع کا ذکر کرتے ہیں[۱] اور اسے اسلامی جمہوریت کی تاریخ میں بڑی اہمیت دیتے ہیں ، کیونکہ ان کے خیال میں برصغیر میں جدید اجماع کا تصور ایک جدید ادارہ کی حیثیت سے اقبال سے شروع ہوتا ہے[۲] ۔

حقیقت یہ ہے کہ عزیز احمد نے علامہ اقبال کے افکار کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کیا اور اسلام کی فکری تاریخ میں ان کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے چنانچہ علامہ اقبال کی تفہیم کے سلسلے میں ان کی تحریروں کو بڑی اہمیت حاصل ہے ۔

۱۔ ان کا یہ مضمون ان ہی کی مرتب کردہ کتاب ''کنٹری بیوشنز ٹو ایشین سٹڈیز'' میں شامل ہے ۔ اس کتاب کو ای ۔ جے برل لیڈن نے ۱۹۷۱ء میں شائع کیا ۔

۲۔ کنٹری بیوشنز ٹو ایشین سٹڈیز ۔ صفحات ۲۸ ، ۲۹ ۔